ہجرت اِلَی المدینہ

(۳)

مدینے میں حضورؐ کا استقبال

بخاری و مسلم اور مُسند احمد میں حضرت بَراءؓ بن عازِب کے واسطے سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب ہم مدینے پہنچے تو لوگ ہمارے استقبال کے لیے سڑکوں پر نکل آئے، چھتوں پر ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے، خدّام اور لڑکے راستوں میں دوڑتے پھرتے تھے اور نعرے لگا رہے تھے اللہ اکبر، رسولؐ اللہ تشریف لے آئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو سلاح بند مجمع نے گھیر رکھا تھا، لوگ اُونچی جگہوں پر چڑھ کر آپ کو دیکھنے کے لیے نگاہیں دوڑا رہے تھے اور سارے شہر میں آ گئے نبیؐ اللہ، آ گئے رسولؐ اللہ کا شور مچ رہا تھا۔ طبقات ابن سعد میں حضرت انس کی روایت کے جو الفاظ منقول ہوئے ہیں ان میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسا روشن اور شاندار دن نہیں دیکھا۔ مُسند احمد میں حضرت انسؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ اہلِ مدینہ استقبال کے لیے اُمڈے چلے آ رہے تھے، عورتیں چھتوں پر جمع ہو گئی تھیں، اور لوگوں سے پوچھ رہی تھیں کہ ان دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں۔ ایسا منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ اِسی سے ملتے جُلتے مضمون کی روایات حضرت انس سے دارمی، تِرمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور بیہقی میں بھی منقول ہیں۔ بخاری میں حضرت بَراءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ مدینہ کو کبھی اس قدر خوش و خرّم نہیں دیکھا جس قدر حضورؐ کی تشریف آوری کے دن دیکھا تھا۔

بیہقی نے دلائل میں اور ابوبکر المقرّی صاحب مُعجم الکبیر نے کتاب الشمائل میں یہ روایت بیان کی ہے کہ عورتیں چھتوں پر چڑھ کر یہ گیت گا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ ۔ وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ، مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعِي

ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا وداع کی پہاڑیوں سے ۔ ہم پر شکر واجب ہے جب تک کوئی اللہ کو پکارنے والا باقی ہے۔

رزین نے اس کے ساتھ ایک شعر اور بھی نقل کیا ہے :

اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا ۔ جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمُطَاعِ

اے ہمارے اندر مبعوث ہونے والے ، تو وہ منصب لے کر آیا ہے جو واجب الاطاعت ہے۔

ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں اس روایت کو اس بنا پر رد کر دیا ہے کہ ثَنِيَّاتُ الْوَدَاعِ (یعنی وہ پہاڑی راستے جن تک اہل مدینہ سفر پر جانے والوں کو رخصت کرنے کے لیے جاتے تھے) شام کی طرف تھے نہ کہ اس کے بالکل مخالف رُخ پر مکہ کی جانب ۔ اور یہ اشعار خواتین نے اُس وقت گائے تھے جب حضورؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے ، جیسا کہ بخاری ، ابوداؤد اور ترمذی میں مذکور ہے ۔ حالانکہ یہ کوئی بعید از امکان بات نہیں ہے کہ مکہ کی طرف جانے والے مسافروں کو جن پہاڑی راستوں تک رخصت کرنے کے لیے اہلِ مدینہ جاتے ہوں ان کو بھی ثَنِيَّاتُ الْوَدَاعِ کہا جاتا ہو۔ ثَنِيَّة تو ہر اس راستہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں میں سے گزرتا ہو۔ اور کسی راستے کو ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "وہ پہاڑی راستہ جس پر باہر جانے والے مسافروں کو رخصت کیا جائے"۔ ایسا راستہ جس طرح شام کی طرف جانے والوں کے لیے تھا ، اسی طرح مکے کی طرف جانے والوں کے لیے بھی تھا ۔ شیخ سمہودی نے وفاء الوفا میں اس اعتراض کا ایک دوسرا جواب دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں بنی ساعدہ کی طرف سے داخل ہوئے تھے اور وہ شام کی جانب تھا۔

حضورؐ جب بنی النجّار کے محلے میں پہنچے تو لڑکیاں دف بجاتی ہوئی نکل آئیں اور وہ یہ گیت گانے لگیں :

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ ۔ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں ۔ کیا ہی اچھے ہمسایے ہیں محمدؐ

اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے ۔ حضورؐ نے لڑکیوں سے پوچھا "کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟" انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ۔ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا ، خدا کی قسم میں تم لوگوں (یعنی

انصار) سے محبت رکھتا ہوں۔ طبرانی نے المُعجَم الصَّغِیر میں حضورؐ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "اللہ جانتا ہے کہ میرا دل تم لوگوں سے محبت رکھتا ہے"۔ بیہقی اور ابن ماجہ نے بھی اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔ بخاری میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضورؐ نے لڑکیوں اور عورتوں کو آتے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور تین مرتبہ فرمایا "بخدا تم لوگ مجھے سب سے بڑھ کر محبوب ہو"۔

قریش کی جھنجلاہٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخیریت مدینے پہنچ جانا ہی کفارِ قریش کے لیے سخت پریشان کن تھا۔ مگر جب انہیں مدینے میں حضورؐ کے اس شاندار استقبال کی خبر پہنچی تو وہ بُری طرح تلملا اٹھے اور انہوں نے مدینے کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کو (جسے ہجرت سے پہلے اہلِ مدینہ اپنا بادشاہ بنانے کی تیاری کر چکے تھے اور جس کی تمناؤں پر حضورؐ کے مدینہ پہنچ جانے اور اَوس و خزرج کی اکثریت کے مسلمان ہو جانے سے پانی پھر چکا تھا) خط لکھا:

"تم لوگوں نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم خود اُس سے لڑو یا اُسے نکال دو، ورنہ ہم سب تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے"۔

عبداللہ بن اُبَیّ اس پر کچھ آمادۂ شر ہوا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بروقت اس کے شر کی روک تھام کر دی۔ پھر حضرت سعد بن مُعاذ رئیسِ مدینہ عُمرے کے لیے مکّے گئے۔ وہاں عین حرم کے دروازے پر ابوجہل نے ان کو ٹوک کر کہا الا اراك تطوف بمكة امنا وقد اويتم الصباة وزعمتم انكم تنصرونهم وتعينونهم؟ اما واللہ لولا انك مع ابی صفوان ما رجعت الی اهلك سالما۔" یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم اطمینان سے مکّے میں طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے ہمارے مرتدوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے اور تم ان کی مدد و اعانت کا دم بھرتے ہو؟ بخدا اگر تم ابوصَفْوان (یعنی اُمَیَّہ بن خَلَف) کے ساتھ نہ ہوتے تو زندہ یہاں سے نہیں جا سکتے تھے"۔ حضرت سعد نے جواب میں کہا واللہ لئن منعتنی ھذا لامنعنك ما ھو اشد علیك منه طریقك علی المدینة۔" بخدا اگر تم نے مجھے طواف کعبہ سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے شدید تر ہے، یعنی مدینہ پر سے تمہاری رہ گذر"۔[1]

---

[1] یہ بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت ہے جو انہوں نے خود حضرت سعدؓ بن مُعاذ سے (باقی برصفحہ ۱۲)

یہ گویا اہلِ مکہ کی طرف سے اِس بات کا اعلان تھا کہ زیارت بیت اللہ کی راہ مسلمانوں پر بند ہے، اور اس کا جواب اہلِ مدینہ کی طرف سے یہ تھا کہ شامی تجارت کا راستہ مخالفین اسلام کے لیے پرخطر ہے۔ اِس معاملہ نے واضح کر دیا کہ آئندہ حالات کیا رُخ اختیار کرنے والے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱) سُن کر بیان کی ہے۔ اِس میں یہ تصریح ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے اُن کے اور اُمیّہ بن خلف کے دوستانہ تعلقات تھے۔ جب وہ مدینے آتا تو اُن کے ہاں ٹھیرتا، اور جب یہ مکّے جاتے تو اُس کے ہاں قیام کرتے۔ اسی دوستی کی بنا پر حضرت سعدؓ عُمرے کے لیے گئے تھے اور انہوں نے اس سے کہا تھا کہ مجھے ایسے وقت طواف کرا دو جب حرم خالی ہو۔ چنانچہ دوپہر کو اُمیّہ اُن کو طواف کے لیے لے گیا، مگر وہاں ابوجہل مل ہی گیا، اور اُن سے اس کی وہ گفتگو ہوئی جو ہم نے اُوپر درج کی ہے۔ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے ابوجہل کو یہ سخت جواب دیا تو اُمیہ نے ان سے کہا "ابوالحکم سے سخت کلامی نہ کرو، یہ اِس وادی کے لوگوں کا سردار ہے"۔ حضرت سعدؓ نے کہا "چھوڑو بھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ یہ لوگ تمہیں قتل کر دیں گے"۔ اُمیّہ یہ سُن کر سخت پریشان ہو گیا، اور اس نے پوچھا کیا یہ لوگ مکّہ میں مجھے قتل کریں گے؟ حضرت سعدؓ نے کہا یہ میں نہیں جانتا۔ مُسند احمد میں اس قصّے کی جو روایت بیان ہوئی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ اُمیّہ نے حضرت سعدؓ کا یہ قول جب اپنی بیوی کو سُنایا تو اس نے کہا "خدا کی قسم، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ نہیں بولتے"۔ حافظ ابوبکر بزّار اپنی مُسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی جو روایت لاتے ہیں، اس میں امیّہ بن خلف کے بجائے عُتبہ بن ربیعہ کا ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت سعدؓ کو جب اس نے ابوجہل کے ساتھ سخت کلامی کرنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ وہ (یعنی حضورؐ خود) تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ یہ سُن کر عُتبہ کے چھکّے چھوٹ گئے اور اس نے کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی"۔ اگرچہ بزّار کی اس حدیث کے راوی بھی ثقہ ہیں، لیکن صحیح بات وہی ہے جو بخاری کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔ اُمیّہ بن خلف جنگِ بدر میں نکلنے کے لیے تیار نہ تھا، قریش کے لوگ اُسے طعنے دے دے کر لائے تھے، اور وہ حضورؐ کے ہاتھ سے نہیں بلکہ گرفتار ہونے کے بعد حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ رہا وہ شخص جس کو حضورؐ نے خود قتل کرنے کے لیے فرمایا تھا تو وہ اُمیہ بن خلف نہیں بلکہ اُبی بن خلف تھا اور وہ جنگِ اُحد میں حضورؐ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر حضرت ابو ایوب انصاری کے ہاں اُترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جس چیز کی فکر فرمائی وہ یہ تھی کہ ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ آپ کی اونٹنی جس جگہ جا کر ٹھیری تھی، ابن سعد کی روایت کے مطابق وہاں مسلمان پہلے سے نماز کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ اسعدؓ بن زرارہ وہاں جماعت کراتے تھے، اور جمعہ بھی وہاں ہوتا تھا۔ یہ دو یتیموں سَہل اور سُہَیل کی زمین تھی جو حضرت اسعدؓ بن زُرارہ کی سرپرستی میں تھے۔ یہی بخاری میں حضرت عُروَہ بن زبیر اور سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت ہے۔ اور بلاذری نے فتوح البُلدان میں اسے قولِ مشہور کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔ (ابن اسحاق کی روایت میں حضرت مُعاذؓ بن عَفرا کو ان کا سرپرست بیان کیا گیا ہے، اور بعض روایات میں یہ ہے کہ دونوں حضرات ان کے سرپرست تھے)۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ اور عُروَہ بن زبیر کی روایت ہے، اور سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کی روایت بھی یہی ہے کہ اس زمین میں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن جریر کی روایت ہے کہ اس میں کچھ کھجور کے درخت تھے کچھ زیرِ کاشت زمین (اور بعض روایتوں میں ہے کچھ خرابے کی زمین) تھی اور کچھ مشرکین کی پرانی قبریں تھیں۔ حضرت عائشہؓ اور عروہ بن زبیر کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ان لڑکوں سے زمین کی قیمت کے متعلق بات کی۔ انھوں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ ہم اسے ہبہ کیے دیتے ہیں۔ مگر آپ نے ہبہ قبول نہ فرمایا اور اسے قیمتہً خریدا۔ موسیٰ بن عُقبہ کی روایت امام زُہری سے یہ ہے کہ حضورؐ نے اسے دس دینار میں خریدا۔ واقدی سے ابن سعد کی روایت بھی یہی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ قیمت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادا کی۔ فتوح البُلدان میں بَلاذری نے بھی یہی لکھا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت مُعاذ بن عَفرا نے عرض کیا آپ یہاں مسجد بنا لیں، میں ان بچوں کو راضی کر لوں گا (اس میں یہ واضح نہیں ہے کہ انھوں نے بچوں کو خود قیمت دے کر راضی کرنا چاہا تھا یا حضورؐ سے قیمت قبول کر کے آپ کے ہاتھ فروخت کرنے پر راضی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا)۔

بخاری اور ابوداؤد میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضورؐ نے بنی نَجّار کو کہلا بھیجا کہ مجھ سے اپنے اس باغ[1] کی قیمت طے کر لو۔ انھوں نے کہا ہم اللہ کے سوا اس کی قیمت کسی سے نہیں چاہتے۔ اس روایت

---

[1] اصل میں لفظ حائط استعمال ہوا ہے جو ایسے باغ کے لیے بولا جاتا ہے جس کے گرد چاردیواری ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین پہلے ایک باغ تھی پھر باغ اُجڑ گیا اور وہ مختلف کاموں کے لیے استعمال ہونے لگی، جیسا کہ اوپر نقل کردہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔

ہیں یہ تصریح نہیں ہے کہ زمین قیمتہً خریدی گئی یا ہبہ قبول کر لیا گیا۔ لیکن دوسری تمام روایتیں اس پر متفق ہیں کہ مسجد نبوی کی زمین بلا قیمت نہیں لی گئی تھی۔

زمین حاصل کرنے کے بعد اس زمین کو صاف کیا گیا، خرابے کو ہموار کیا گیا، قبریں اکھاڑ دی گئیں، کھجور کے درخت کاٹ کر ان کے تنوں سے مسجد کے لیے ستون بنا لیے گئے، کھجور کے پتوں کی چھت ڈال لی گئی۔ کچی اینٹوں اور گارے سے دیواریں تعمیر کر لی گئیں، اور خالی زمین کا فرش رہنے دیا گیا۔ بعد میں جب بارش سے کیچڑ ہونے لگی تو کچے فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں، اور جب کھجور کے پتوں کی چھت کے نیچے گرمی ستانے لگی تو اوپر گارے کی لپائی کرا دی گئی۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ اور عروہ بن زبیر اور ابوداؤد میں حضرت انسؓ اور سیرت ابن ہشام میں محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ مسجد کی اس تعمیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سب کے ساتھ اینٹیں اور گارا ڈھونے کا کام کیا۔

حضورؐ کے حجروں کی تعمیر مسجد نبوی سے متصل ہی حضورؐ نے ایک جانب اپنے لیے دو گھر بنائے، ایک حضرت سودہؓ کے لیے، اور دوسرا حضرت عائشہؓ کے لیے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ گھر بھی کچی اینٹوں کے تھے، کھجور کی ٹٹیوں پر گارے کا لیپ کر کے حجرے الگ الگ کیے گئے تھے، کھجور کے پتوں ہی کی چھت ڈالی گئی تھی، اور دروازوں پر کمبل ڈال دیے گئے تھے۔ حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ میں لڑکپن میں بلوغ سے پہلے حضورؐ کے گھروں میں گیا ہوں۔ چھتیں اتنی نیچی تھیں کہ میں ہاتھ اٹھا کر ان کو چھو سکتا تھا۔ امام بخاری نے تاریخ میں اور حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مُسند میں لکھا ہے کہ حضورؐ کے دروازوں کو انگلیوں کے ناخنوں سے ٹھونکا جاتا تھا، کیونکہ ان میں کنڈیاں نہ تھیں۔

اہل و عیال کو مکہ سے بلانا حضرت زید بن ثابت سے واقدی کی روایت ہے کہ حضورؐ حضرت ابوایوبؓ کے ہاں ۷ مہینے مقیم رہے۔ ابن سعد اور بلاذری نے اسے نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس دوران میں، قبل اس کے کہ حضورؐ اپنے گھروں میں منتقل ہوتے، آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور اپنے آزاد کردہ غلام ابو رافعؓ کو ۵ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکے بھیجا تاکہ وہ آپؐ کے اہل و عیال اور متعلقین کو لے آئیں[۱]۔ ان دونوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اُریقط

---

[۱] بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ پانچ سو درہم حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے لیے تھے۔

کو اپنے صاحبزادے عبداللہ کے نام خط دے کر بھیجا کہ وہ بھی اپنی والدہ اور بہنوں کو لے آئیں۔ زید رضؓ بن حارثہ ام المومنین حضرت سودہ رضؓ کو حضور کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ کو، اور اپنی بیوی امّ ایمن رضؓ اور اپنے صاحبزادے اُسامہ رضؓ بن زید کو لے آئے، مگر حضرت زینب رضؓ کو نہ لا سکے کیونکہ اُن کے شوہر ابوالعاص بن رَبیع نے ان کو روک لیا۔ حضرت عبداللہ رضؓ بن ابی بکر رضؓ انہی لوگوں کے ساتھ اُمّ رُومان رضؓ اور حضرت اسماء رضؓ اور حضرت عائشہ رضؓ کو لے آئے (طَبَرانی، ابن سعد، بلاذری، ابن عبدالبرّ)۔

یہاں پہنچ کر اسلامی تحریک کا مکّی دَور ختم ہوا۔ آئندہ صفحات میں ہم اس پر ایک مختصر تبصرہ کریں گے۔